مولانا سید عبدالرؤف صاحب
سابق لیکچرار کراچی یونیورسٹی، کراچی

کیا سیلاب عذابِ الٰہی نہیں تھا؟

روزنامہ جنگ، "مشاہدات و تاثرات" کے کالم میں کوثر نیازی صاحب کا مضمون "کیا سیلاب عذابِ الٰہی تھا؟" پڑھ کر تعجب بھی ہوا اور افسوس بھی! ـــــ اس مقالہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی بعثت کے بعد اس امت (بشمول امتِ دعوت) پر عذاب نہیں آسکتا، اس لیے حالیہ سیلاب کو عذابِ الٰہی کہنا غلط ہے۔ حالانکہ ان کا یہ دعویٰ متعدد آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی صریحاً تکذیب اور "افتراء علی اللہ" کے مترادف ہے، چنانچہ قرآنِ مجید میں ہے:

"وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" (السجدۃ: ۲۱)

"وَلَنُذِيقَنَّهُمْ" میں لامِ قسم، نونِ ثقیلہ لایا گیا ہے اور اہلِ علم بخوبی جانتے ہیں کہ ان کا استعمال تاکید کے لیے ہوتا ہے ـــــ لہٰذا ترجمہ یوں ہوگا کہ:

"ہم ان کو (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا ضرور بالضرور عذابِ دنیا کا مزہ بھی چکھائیں گے، شاید کہ وہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں!"

سورۃ الملک میں ارشاد ہوا:

"ءَأَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ فَإِذَا هِيَ تَمُورُ ۝ أَمْ أَمِنتُم مَّن فِي السَّمَاءِ أَن يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُونَ كَيْفَ نَذِيرِ" (الملک: ۱۶-۱۷)

"کیا تم اس ذات سے، جو آسمان میں ہے، بے خوف ہو گئے ہو کہ وہ تمہیں

زمین میں دھنسا دے، اور وہ اس وقت حرکت کرنے لگے ـــ کیا تم اس ذات سے، جو آسمان میں ہے، نڈر ہو گئے ہو کہ وہ تم پر پتھروں کی بارش کر دے، سو تم عنقریب جان لو کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟"

سورۃ النحل میں ہے:

"اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَکَرُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّخْسِفَ اللّٰہُ بِھِمُ الْاَرْضَ اَوْ یَاْتِیَھُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَیْثُ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝ اَوْ یَاْخُذَھُمْ فِیْ تَقَلُّبِھِمْ فَمَا ھُمْ بِمُعْجِزِیْنَ" (آیت: ۴۵-۴۶)

"کیا جو لوگ بری بری چالیں چلتے ہیں، اس بات سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے یا (ایسی طرف سے) ان پر عذاب آ جائے جہاں سے ان کو خبر ہی نہ ہو۔ یا انھیں چلتے پھرتے پکڑ لے، وہ اللہ تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے۔"

سورۃ الانعام میں فرمایا:

"قُلْ ھُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا وَّ یُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ط اُنْظُرْ کَیْفَ نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّھُمْ یَفْقَھُوْنَ" (آیت: ۶۵)

"کہہ دیجیے، وہ (اللہ اس پر) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے، یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھا دے ـــ دیکھو ہم آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھیں!"

مذکورہ آیاتِ قرآنی پکار پکار کر یہ کہہ رہی ہیں کہ بداعمالیوں کی پاداش میں یہ امت بھی عذاباتِ الٰہیہ سے دوچار ہو سکتی ہے اور یہ بالکلیہ ان سے محفوظ و مامون نہیں ہے!

آیاتِ قرآنی کے علاوہ نیازی صاحب کا دعویٰ متعدد احادیثِ نبویؐ کو بھی جھٹلاتا ہے ـــ ـــ مثلاً ارشادِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

"یکون فی امتی خسف و مسخ ـــ الحدیث" (ابوداؤد، ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الایمان)

"میری امت میں زمین میں دھنس جانے اور صورتیں تبدیل ہونے کے عذاب واقع ہوں گے!"

ایک متفق علیہ حدیث میں ہے:

"اذا تخیلت السّماء تغیّر لونه وخرج ودخل واقبل وادبر فاذا مطرت سرّی عنه فعرفت ذالك عائشة فسألتهُ فقال لعلّه یا عائشة کما قال قوم عاد: "فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِهِمْ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا۔ الاٰیة!" (بحوالہ مشکوٰۃ باب فی الرّیاح)

یعنی "جب آسمان پہ بادل ہوتے تو آپؐ کا رنگ متغیر ہو جاتا اور آپؐ عالم اضطراب میں کبھی باہر نکلتے اور کبھی اندر آتے، پھر جب بارش ہو جاتی تو خوف جاتا رہتا۔ آپؐ کی اس کیفیت کو دیکھ کر اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا: اے عائشہ رضؓ میں ڈرتا ہوں، کہیں وہی صورت نہ پیش آجائے جس طرح قومِ عاد کو پیش آئی تھی کہ عذاب کو بادل کی صورت میں اپنے میدانوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگے، یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسائے گا (حالانکہ یہ عذاب تھا، جسے وہ جلدی مانگتے تھے!)"

دیکھئے خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عذابِ الٰہی سے بے خوف نظر نہیں آتے، مگر نیازی صاحب ہیں کہ کفار و مشرکین کو بھی عذاب سے مامون قرار دے رہے ہیں:

"كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ط اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا!"

"بہت بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے، بلاشبہ وہ جھوٹ کہہ رہے ہیں!"

ایک اور حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہ رضؓ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا، آپؐ فرماتے تھے:

"الرّیح من روح الله یأتی بالرّحمة وبالعذاب" (ابوداؤد، ابنِ ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ باب فی الرّیاح)

"ہوا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے، کبھی اس کی رحمت کو لاتی ہے (لیکن) کبھی

عذاب کو !"

اس حدیث سے بھی نیازی صاحب کے دعوٰی کی تکذیب ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا دعوٰی قطعًا باطل اور گمراہ کن ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے، آپؐ نے فرمایا :

"والذی نفسی بیدہ لتأمرنّ بالمعروف ولتنهونّ عن المنکر او لیوشکنّ ان یبعث علیکم عذابًا مّن عندہ ثمّ لتدعنّه ولا یستجاب لکم"۔ (ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ باب امر بالمعروف)

"اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! (یا تو) تم نیکی کا حکم کروگے اور برائی سے منع کروگے، یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیجے ــــ پھر تم اس سے دعاء کروگے اور وہ قبول نہ ہوگی !"

اس حدیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعثت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ امت عذاب پروف نہیں ہوگئی کہ کسی حالت میں اس پر کوئی عذاب نہ آئے، جس کی حیثیت تنبیہ (وارننگ) کی ہو اور جسے سورۃ السجدۃ کی آیت میں "عذابِ ادنٰی" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گرج چمک کے وقت ان الفاظ میں دعاء کیا کرتے تھے :

"اللّٰھمّ لا تقتلنا بغضبك ولا تھلکنا بعذابك وعافنا قبل ذالك !"

(مشکوٰۃ باب فی الرّیاح)

"اے اللہ ہمیں اپنے غضب و عذاب سے ہلاک نہ کیجیو اور اس سے پہلے ہی ہمیں بعافیت اٹھا لیجیو !"

اس حدیث سے بھی نیازی صاحب کے دعوٰی کی تردید ہوتی ہے، کیوں کہ اس میں عذابِ الٰہی کی وجہ سے ہلاکت سے محفوظ رہنے کی دعاء مذکور ہے۔ جب بعثت کے بعد عذاب آہی نہیں سکتا تو اس سے عافیت کی درخواست و دعاء چہ معنی دارد ؟

نیازی صاحب کے دعوٰی سے تو بے عملی اور اللہ تعالیٰ کے عذابوں سے بے خوفی کا دروازہ کھلتا ہے، جسے اسلام کبھی برداشت نہیں کرسکتا ــــ حقیقت یہ ہے، انھوں نے اپنے اس طرزِ عمل سے اس احمقانہ فلسفہ کو نئی زندگی عطا کردی ہے کہ

رِند کے رِند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی!

کوثر نیازی صاحب نے اپنے موقف کی تائید میں سورۃ الانفال کی اس آیت کا حوالہ دیا ہے:

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ" (الانفال : ۳۳)

لیکن اس سے اگلی درج ذیل آیت پر ان کی نظر نہیں پڑی:

"وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ـــــ الاٰیۃ" (الانفال: ۳۴)

دونوں آیتوں کا ترجمہ یہ ہے کہ:

"اور خدا ایسا نہ تھا کہ جب تک تم ان میں تھے، انھیں عذاب دیتا۔ اور نہ ایسا تھا کہ وہ بخشش مانگیں اور وہ انھیں عذاب دے۔ اور (اب) ان کے لیے کون سی وجہ ہے کہ وہ انھیں عذاب نہ دے جب کہ وہ مسجد محترم (میں نماز پڑھنے سے) روکتے ہیں اور وہ اس مسجد کے متولی بھی نہیں ہیں" (تفسیر فتح الحمید)

"کشف الرحمان" میں ان آیات کے تحت لکھا ہے:

"یعنی سنت اللہ یہ ہے کہ جب تک کسی قوم میں پیغمبر موجود رہتا ہے اور وہ قوم بخشش طلب کرتی رہتی ہے تو اس قوم پر عذابِ استیصال نہیں آتا اور وہ قوم بالکلیہ فنا نہیں کی جاتی۔ یہ مطلب نہیں کہ کفر و عناد کے باوجود کسی قسم کا عذاب ہی نہیں آتا۔ ادھر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، دوسری طرف یہ کافر طواف کے موقع پر غفرانك کہتے تھے، شاید یہ لفظی استغفار ان کے لیے عذاب کا مانع ہوا ہو، اگرچہ قیامت کے روز مفید نہ ہو۔ حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں: "یعنی مکہ میں حضرتؐ کے قدم سے عذاب اٹکا رہا تھا اب ان پر عذاب آیا۔ اسی طرح جب تک گناہگار نادم رہے اور توبہ کرتا رہے تو پکڑا نہیں جاتا، اگرچہ بڑے سے بڑا گناہ ہو۔ حضرت نے فرمایا، گناہگار کو دو چیزیں پناہ ہیں، ایک میرا وجود دوسرا استغفار۔" مطلب یہ ہے کہ خارق عادت عذاب تو نہیں آیا، ہاں مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کرنے کے بعد کفر و عناد پر گرفت کا سلسلہ شروع ہو گیا!" ـــ لعلّ فیہ کفایۃ لمن [illegible]